فہمین زہراء

میراجؔی کی شاعری کی ثقافتی بُو باس

تخلیق کار سدا سے بہروپ بدلتے آئے ہیں۔ ان میں بیشتر کی زندگیاں قول و فعل کے تضاد پر ہوتی ہیں مگر ان تخلیق کاروں میں بھی کبھی کبھار کوئی ایسی ہستی بھی جنم لیتی ہے جو اپنی عمر خود بسر کرتی ہے۔ جس کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہوتا اور جو اپنے اندر کی دھوپ کو اپنے چہرے پر مل کر جب باہر آتی ہے تو اس کے چہرے کا مہربان لمس دیگر چہروں کو بھی روشن کر دیتا ہے۔ ایسے لوگ زندگی بھر خود کو دوسروں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ میراجؔی بھی ایک ایسے ہی تخلیق کار تھے۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> ''ہر آبی طوفان کی ایک آنکھ ہوتی ہے جس کے گرد ہوائیں چنگھاڑتی پھرتی ہیں لیکن آنکھ کے اندر جوگی کے استھان کا سا سکوت قائم رہتا ہے۔ مجھے جب کبھی میراجؔی کا خیال آیا تو اس کے ساتھ ہی آبی طوفان کا منظر بھی نگاہوں میں گھوم گیا اور میں نے سوچا کہ یہ کیسے ظلم کی بات ہے کہ ہم طوفان کو دیکھنے میں اس قدر منہمک ہوں کہ اس آنکھ کو دیکھ ہی نہ سکیں جو اس طوفان کا مرکز ہے اور جس میں ایک عارفانہ سکوت کی سی کیفیت سدا قائم رہتی ہے۔''(1)

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسی جوگیا رنگ کے باعث میراجؔی اپنے عہد کی منفرد تخلیقی شخصیت شمار ہوئے۔ گمان غالب ہے کہ آگے چل کر ان کے تخلیقی جوہر کا مزید اعتراف کیا جائے گا۔ میراجؔی کی شاعری کے بارے میں ن۔م۔راشدؔ کہتے ہیں:

> ''ان کی شاعری انسان کی ابدی تلاش کی تمثیل ہے جس کے راستے میں انسان ایک شہری کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک زائر کی حیثیت

Scanned by CamScanner

سے متواتر سرگرم ہے تا کہ اپنی خودی کو دوبارہ پا سکے جو اپنی ذات
کے ساتھ مفاہمت اور ہم آہنگی کی تجدید کے بغیر ممکن نہیں۔''(2)

تو میراجی کی نظمیں دھرتی پوجا کی ایک منفرد اور انوکھی مثال پیش کرتی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اردو نظم میں میراجی ایک ایسے شاعر ہیں جنہوں نے نہ تو محض رسمی طور پر ملکی رسوم، مظاہر اور عقائد سے وابستگی کا اظہار کیا اور نہ ہی مغربی تہذیب کے ردِعمل کے طور پر۔ بلکہ میراجی کی روح اس دھرتی کی روح سے ہم آہنگ ہے اور انہوں نے ایک بھگت درویش کی طرح اپنی دھرتی کی پوجا کی۔ گویا میراجی کی شاعری کا اسرار صرف مادرائے حقیقی کی ہی جہت نہیں رکھتا، اس کی ایک حقیقی اور زمین سے جڑی ہوئی سطح بھی ہے جس کی بنیاد پر ڈاکٹر وزیر آغا نے اسے ''دھرتی پوجا کی ایک مثال'' قرار دیا۔

میراجی کی نظموں میں دھرتی پوجا کے انوکھے رجحان کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ جب میراجی نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو انہوں نے ایک بنگالی لڑکی میراسین کو دیکھا اور اس کے عشق میں اس درجہ اسیر ہوئے کہ نہ صرف اپنی وضع قطع تبدیل کر لی بلکہ ثناء اللہ ڈار سے میراجی بن گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس لڑکی کے سحر میں اس قدر کھو گئے کہ انہوں نے اس کی زبان اور روایات کو بھی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ یوں میراجی کی ذات کے انتشار، توڑ پھوڑ اور انفعالی کیفیات کی تمام تر ذمہ داری میراسین کے سر منڈھ دی گئی۔ ثناء اللہ ڈار سے میراجی بن جانا، بال بڑھا لینا یا سر منڈوا لینا، گلے میں مالا اور ہاتھ میں تین لوہے کے گولے، یہ سارا کچھ میراسین سے ناکام عشق کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ کیا ایسا ہی تھا یا اور بھی کچھ تھا:

اس ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

''میراسین زیادہ سے زیادہ ایک تحریک تھی جس نے میراجی کے ہاں
اس چنگاری کو ہوا دی تھی جو ایک مدت سے اس کے دل، روح بلکہ
خون میں سلگ رہی تھی۔ میراجی چونکہ اس دھرتی کا باسی تھا اور اس

Scanned by CamScanner

کا خون، گوشت پوست اور مزاج اس دھرتی کے نمک، ہوا، پانی اور
مٹی سے تشکیل پایا تھا لہٰذا میراسین کی ہستی محض اس لاشعوری رجحان
کو جنبش میں لانے کا موجب بنی۔''(3)

ڈاکٹر وزیر آغا نے میراجی کے اس طبعی رجحان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ
میراجی کا بچپن گجرات 'کاٹھیاوار' میں گزرا۔ اور وہ ایک طویل عرصے تک دوارکا کے قریب
بھی رہا۔ دوارکا نہ صرف کرشن مہاراج کے نام سے منسلک ہے بلکہ وہاں کی ساری فضا اور
ہوا بھی قدیم ہندوستان جیسی ہی ہے۔ دوارکا میں جنگل تھے، برسات تھی اور پربت
بھی۔ انہی میں سے ایک پربت کالی کا مندر تھا اور یوں دوارکا کی فضا میراجی کے اندر رچ
بس گئی۔ اس حقیقت کا اعتراف خود میراجی نے بھی کیا ہے:

''ایک ہی بار مشرقی ہندوستان کی ایک عشرت انگیز عورت
(یعنی میراسین) کی طرف توجہ کی اور ہزیمت کا منہ دیکھا
..... اور آج ذہنی تلخی کو کم کرنے کے لیے، اپنی شکست کے
احساس سے رہائی حاصل کرنے کے لیے میرا ذہن ادبی تخلیقات
میں مجھے بار بار پرانے ہندوستان کی طرف لے جاتا ہے۔ مجھے
کشن کنہیا اور بندرابن کی گوپیوں کی ایک جھلک دکھا کر ویشنو
مت کا پجاری بنا دیتا ہے۔''(4)

میراجی کا یہ بیان اکثر ناقدین کو گمراہ کر گیا۔ جبکہ میراجی یہ نہیں کہہ رہے کہ قدیم ہندوستانی
کلچر سے ان کی وابستگی میراسین کی عطا ہے۔ وہ تو یادوں کی تلخی کم کرنے کی بات کر رہے
ہیں۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ قدیم ہندوستان سے میراجی کی یہ جڑت خود ان کی روح کی
گہرائیوں میں موجود تھی۔

میراسین ان کی پہلی محبت تھی اور اگر وہ اسی محبت کو اپنی فکر کا محور بنائے رکھتے تو
بھی یہ کہنا درست ہوتا کہ یہ سب کچھ میراسین کی عطا تھی۔ لیکن میراجی نے تو دیگر محبتیں بھی

Scanned by CamScanner

کہیں۔ مثال کے طور پر بلی خانم (یعنی آل انڈیا ریڈیو کی مشہور صداکارہ سحاب قزلباش)، بادلی بیگم (یعنی صفیہ معین جو آل انڈیا ریڈیو کی ہی ایک صداکارہ تھی) اور بمبئی کی ایک پارسی دوشیزہ منی باڈی سے ان کی محبت کی داستانیں مشہور ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغا کا یہ بیان بھی اہم ہے کہ:

''میراسین سے اس کے عشق کی ساری داستان میراجی کے اپنے ذہن کی اختراع معلوم ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میراسین محض اس کا ایک خواب تھا جسے اس نے حقیقت بنا کر پیش کیا۔''(5)

وزیر آغا کا خیال درست ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ میراسین کا نام بطور طالبہ ایف۔سی کالج لاہور کے ریکارڈ میں مل جاتا ہے۔ یعنی اس نام کی کوئی لڑکی تھی ضرور۔

ڈاکٹر رشید امجد کا یہ بیان اس ضمن میں از حد اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ:

''ہندی دیومالا کا مزاج مادری ہے۔ خصوصاً کرشن اور رادھا کے قصے میں رادھا بیک وقت محبوبہ بھی ہے اور ماں کی مامتا بھی رکھتی ہے۔ دوسری وجہ جو خارجی ہے یہ کہ میراجی بچپن میں بہت عرصہ تک اپنے والد کے ساتھ جنوبی ہندوستان میں رہے۔ جہاں کے مناظر اور ثقافتی رویوں نے ان پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ تیسری وجہ وہ تحیّر اور اسرار ہے جو دیومالائی کہانیوں کا خاصہ ہے۔''(6)

ڈاکٹر رشید امجد کے ساتھ ایک مکالمے میں سعید الدین ڈار نے کہا تھا:

'' میراجی کے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ برہمو سماج کی مقبولیت کا عرصہ تھا۔''(7)

جبکہ میراجی کے بزرگ قدیم وقتوں سے وید کا درس دیتے چلے آئے تھے۔ وہ نسلاً کشمیری پنڈت تھے۔ میراجی خود کہتے ہیں:

Scanned by CamScanner

''میرے آباؤ اجداد آریہ نسل کے انسان تھے ..... وہ آریہ جو وسط ایشیا سے چل کر جب جنوب کی طرف روانہ ہوئے تو ان کا سفر کہیں رکنے میں نہیں آتا تھا۔ انہی کی ذہانت، انہی کا حافظہ اور انہی کی طبیعت نسل در نسل مجھ تک پہنچی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میرا ذہنی سفر بھی پنجاب سے جنوب کی طرف رہا ہے۔''(8)

میراجی کی نظموں کے مسوّدات سے ایک اور گواہی یہ ملتی ہے کہ انہوں نے ہر نظم کا آغاز لفظ 'آدم' سے کیا ہے 'بسم اللہ' سے نہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں میراجی دھرتی پوجا کے داعی نہیں۔ ہندومت اور ہندوستان کی سرزمین سے ان کا ربط اس لیے ہے کہ روحانی سطح پر بھی ماضی میں سفر کرتے ہیں۔ یونگ کہتا ہے کہ کسی بھی شخص کے لیے اپنی تاریخی، جغرافیائی اور مذہبی وراثت کو رد کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ میراجی نے بھی اپنے ماضی میں پیچھے پلٹ کر دیکھا ہے۔ اس لیے بھگتی اور وشنومت کے سرّی تجربے لامحالہ ان کی شاعری کا اثاثہ بننے ہی تھے۔ میراجی کی نظموں میں وشنومت کے اثرات کا کھوج لگانا بڑا آسان ہے اور میراجی کی نظموں کے مطالعے کے سلسلے میں وشنو بھگتی تحریک کے دو پہلو زیادہ اہم ہیں اور یہی دو پہلو میراجی کو مرغوب تھے۔ ان میں سے ایک تو کرشن اور رادھا کی محبت سے متعلق ہے۔ کرشن ایک چرواہا تھا اور رادھا ایک بیاہتا شہزادی تھی۔ ان کی محبت، ملن اور سنجوگ سے کہیں زیادہ فراق، دوری اور مفارقت کی محبت تھی۔ دوسرا پہلو کالی اور شِو سے متعلق ہے اور اس حوالے سے جنسی علامتوں کے بارے میں کچھ زیادہ کہنے سننے کی گنجائش نہیں۔ کالی اور شِولنگ کی پوجا اس رجحان کی بڑی اچھی غمازی کرتی ہے۔ یوں میراجی نے ایک طرف تو اپنے وجود کی ظاہری توڑ پھوڑ اور شخصیت کی بربادی کو قبول کیا اور دوسری طرف اپنے باطنی حسن اور روحانی کیفیتوں کو منتشر نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے جوگ تو لیا لیکن شاعری کے روگ سے پہلوتہی نہیں کی بلکہ اسے اپنے پُرکھوں کے بے مثل باطنی تجربوں کی زبان بنایا۔ یوں میراجی کی نظموں کی

Scanned by CamScanner

صورت اردو زبان میں پہلی بار باطن میں جھانکتی اور روح سے ہمکلام ہوتی ہوئی شاعری نے جنم لیا۔ یہ شاعری اسلوب، تجربے اور ہیئت کے اعتبار سے نئی، انوکھی اور پیچیدہ ضرور تھی لیکن موضوعات کے لحاظ سے معصوم، سہل اور سادہ ہے۔ تاہم اس کی تفہیم کے لیے ہمیں اپنے آپ کو ایک نئے جہانِ معنی سے روشناس کرانے اور شاعر کے باطن میں بہت گہرائی تک اترنے اور کئی انوکھی دنیاؤں کا سراغ لگانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر میراجی کی نظم 'خدا' ہی کو لے لیجیے:

میں تجھے جان گیا روحِ ابد
تو تصور کی تمازت کے سوا کچھ بھی نہیں
چشمِ ظاہر کے لیے خوف کا سنگیں مرقد
اور مرے دل میں حقیقت کے سوا کچھ بھی نہیں
اور مرے دل میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں (9)

میراجی کی تفہیم کی مشکلات ہی کے سبب ن۔م۔راشد نے میراجی کو اپنے زمانے کا سب سے زیادہ جدت طراز، سب سے زیادہ زرخیز ذہن، سب سے منفرد اور سب سے زیادہ بدنام شاعر قرار دیا ہے۔ میراجی کی شاعری کسی اقلیدسی ضابطے یا زائچے کی پابند شاعری نہیں۔ وہ تو زمانوں اور ہواؤں میں پھیلتی ہوئی چار اطراف میں بہتی صدا کی طرح ہے جس کی جڑیں ماضی میں بہت گہری ہیں مگر جس کی شاخیں فردا کی منقش چھت کو چھو لینے پر بضد ہیں۔ میراجی کو مستقبل سے ربط قائم کرنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ انہوں نے خود بھی اس امر کا اقرار کیا ہے کہ:

"مستقبل سے میرا تعلق بے نام سا ہے۔ میں صرف دو زمانوں کا
انسان ہوں، ماضی اور حال۔ یہی دو دائرے مجھے ہر وقت گھیرے
رہتے ہیں اور میری عملی زندگی بھی انہی کی پابند ہے۔" (10)

یوں میراجی زمانۂ حال میں رہتے ہوئے ماضی اور صرف ماضی کے آدمی تھے۔ یوں بھی

Scanned by CamScanner

بیراگی اور جوگی کا کوئی مستقبل ہوا ہی نہیں کرتا۔ میراجی نے ماضی میں بہت پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی سعی کی ہے اور یہی ان کی شاعری کا اسرار ہے اور یہی ان کے شعری تجربے کا بے مثل سحر ہے۔ اس نامعلوم اور بے تعلق مکاشفے کا رنگ اس بند میں دیکھیے:

زمانے میں کوئی برائی نہیں ہے، فقط اک تسلسل کا
جھولا رواں ہے
یہ میں کہہ رہا ہوں
میں کوئی برائی نہیں ہوں، زمانہ نہیں ہوں، تسلسل کا
جھولا نہیں ہوں
مجھے کیا خبر کیا برائی میں ہے کیا زمانے میں ہے اور پھر میں تو
یہ بھی کہوں گا
جو شے اکیلی رہے اس کی منزل فنا ہی فنا ہے
برائی، بھلائی، زمانہ، تسلسل یہ باتیں بقا کے گھرانے سے آئی ہوئی ہیں
مجھے تو کسی بھی زمانے سے کوئی تعلق نہیں
میں ہوں ایک اور میں اکیلا ہوں اک اجنبی ہوں

(نظم: 'یگانگت') (11)

میراجی کی شاعری کا بڑا حصہ اپنی ذات اور زمانے سے الگ ہو کر اپنے موجود پر نگاہ کرنے کی کوشش سے عبارت ہے۔ میراجی کی نظموں میں ہمکنے والی میراجی کی زندگی خود میراجی کی پیدا کردہ نہیں، یہ زندگی خود بخود دامن کے بطون سے پھوٹی ہے۔ اس لمحے، جب میراجی نے میراسین کو پہلی اور آخری بار آنکھ بھر کر دیکھا تھا۔ اس کے بعد سے وہ صرف سایوں کا پیچھا کرتے رہے۔ میراجی کے قدم انہیں میراسین کے تعاقب پر اُکساتے تھے اور ان کا قلم انہیں گھنے، گرم اور رطوبت زدہ جنگلوں پر لے کر نکلتا رہا۔ ان جنگلوں کے وجود کی بھی دو سطحیں تھیں، بصری اور باطنی۔ بصری وجود کا تعلق میراجی کے بچپن سے تھا اور باطنی وجود کا

Scanned by CamScanner

تعلق ان کے آغازِ جوانی سے۔ بصری وجود سے متعلق منظر نامہ حقیقی تھا تو باطنی وجود سے متعلق منظر نامہ نفسی اور روحانی تھا۔ بصری وجہ عشق کرنے پر اکساتی تھی تو باطنی اس عشق کی لاحاصلی کو خود اپنی ذات پر آزماتی تھی۔

یعنی میراجی کو اپنے وجود کے ظاہری اور باطنی اسرار کی خبر تھی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کا باطن میرا سین کے عشق سے کہیں پہلے گھنا اور تاریک ہو چکا تھا۔ تاہم ان کا ظاہر میرا سین سے عشق کے نتیجہ میں گنجان اور بے ترتیب ہوا اور یوں وہ جوانی کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھتے ہی گہرے بھیدوں والے گھنے، تاریک اور رطوبت زدہ جنگلوں کا رزق بنے کے باوجود اپنی ذات سے متعلق ہر نوع کے مکاشفے کو بیان کرنے پر قادر ہے۔

ہوا کے جھونکے ادھر جو آئیں تو ان سے کہنا
یہاں ہر اک جگہ دام دوریوں کا بچھا ہوا ہے

(نظم: 'ادب کا خلا') (12)

یہ پژمردہ جھکولے کہہ رہے ہیں کہ سانسوں کا نشاں باقی نہیں ہے
انہی کی آمد و شد سے بنا تھا زمانہ ایک پل کا آشیانہ
انہی میں اک مہک آئی تھی ایسی جسے روکے ہوئے چلنا پڑا تھا
تھکن کا نام ہی کوئی نہیں ہے
وہی جھونکے، جھکولے، سانس ہر شے
مٹی جیسے مٹے پل پل زمانہ

(نظم: 'انجام کا آغاز') (13)

یہ نظمیں اس امر کی دلیل ہیں کہ میراجی اپنی باطنی واردات کے اظہار میں کس درجہ کامیاب اور پیچیدہ فکری مکاشفوں کو کس درجہ آسانی کے ساتھ نظم کر دینے پر قادر تھے۔ یہ سب اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کشف اور صاحبِ کشف کے درمیان ایک تیر کے فاصلے جتنی دوری بھی نہ ہو اور ظاہر و باطن کے بیچ موجود کا دھندلکا دھیرے دھیرے چھٹ رہا ہو۔ میراجی کی شاعری خالص ہندوستانی فضا کی عکاس ہے اور اس کی شاعری میں جو

Scanned by CamScanner

یوباس ہے وہ جنوبی ہند سے مخصوص ہے۔ جنگل، وحدت کی بجائے کثرت کی علامت ہے۔ میراجی کے ہاں مندر بھی جنگل ہی کی ایک علامت ہے۔ جیسے جیسے مندر کے اندر جائیں تاریکی بڑھتی چلی جاتی ہے تا آنکہ اس کے آخری حجلے میں وہ بت نظر آتا ہے جس کی پوجا ہوتی ہے۔ ہندو فلسفے میں یہ صورت اس طور ابھری ہے کہ جسم اور روح کی ہزار غلافوں کے اندر 'آتما' ہے جس تک پہنچنا 'پُرش' کا کام ہے۔ آتما تک پہنچے گا تو اسے روشنی حاصل ہو گی۔ میراجی کی نظموں میں خلوت، تنہائی، مندر یا غار کی پہنائیوں میں گم ہو جانے کی آرزو بھی ملتی ہے۔ یوں جنگل کی طرف میراجی کی مراجعت، دراصل قدیم ہندوستان کی مخصوص فضا کی طرف مراجعت ہے۔ مثال دیکھیے:

میں تو اک دھیان کی کروٹ لے کر
عشق کے طائرِ آوارہ کا بہروپ بھروں گا پل میں
اور چلا جاؤں گا اس جنگل میں (نظم: 'شام کو راستے پر')

اس زمانے میں کہ جنگل تھا یہ باغ
گلّے بانوں نے ستاروں سے لگایا تھا سراغ
بھولے رستوں کو جو بے دھیانی میں کھو جاتے ہیں (نظم: 'تفاوتِ لا')

اس کے علاوہ میراجی کے ہاں پنچھی، پیرہن اور آنسو کے الفاظ کی تکرار بھی اہمیت کی حامل ہے:

آپ ہی آپ میں رِستی ہوئی بوندوں کی طرح
سوچتے سوچتے رک جاتا تھا
آپ ہی آپ ابلتی ہوئی چشمِ نمناک
یاد کے دامنِ بوسیدہ سے
خشک ہونے کے لیے پل کو لپٹ جاتی تھی
آپ ہی آپ میں اڑتے ہوئے طائر کی طرح
بہتے بہتے کسی ٹہنی پہ بسیرا کر لے

Scanned by CamScanner

جھولتی ٹہنی سے لپٹی ہوئی، بے جان زمیں کے اوپر
اپنی ہستی کو گرا دیتا تھا
(نظم: 'رخصت')

بہتے آنسو کو کوئی روک نہیں سکتا ہے
بند آنکھوں کے پپوٹوں سے وہ رِستے ہوئے، پلکوں کو بھگوتے ہوئے
رخسار کی ڈھلوان پر آ جاتے ہیں
(نظم: 'مجاور')

زمانۂ حال میراجی کے لیے قابلِ برداشت تھا۔ وہ ہندوستان کا قدیم ماضی اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی میں جینا چاہتے تھے اسی لیے انہوں نے اپنے عہد کی اخلاقی جکڑبندیوں کو توڑنے کے لیے ظاہری اور باطنی ہر دو سطحوں پر جنگ لڑنے کی ٹھانی۔ ن۔م۔راشد لکھتے ہیں:

''میراجی کی شاعری ان نام نہاد اخلاقی تصورات کے خلاف احتجاج ہے۔ جنہوں نے انسان کی روح کو تباہ کر رکھا ہے اور جن کی وجہ سے اس کا تحت الشعور گویا 'بھوتوں کی سرزمین' میں تبدیل ہو چکا ہے۔''(14)

میراجی کے اپنے بیان کے مطابق وہ جنسی فعل اور اس کے متعلقات کو قدرت کی سب سے بڑی نعمت اور زندگی کی سب سے بڑی راحت اور برکت سمجھتے تھے۔ اس لیے عورت اور مرد کے بیچ کے جنسی تعلقات کو سراہنے کی روش میراجی کی نظموں میں عام ہے۔ لمحہ بھر کا کیف اور اس کے بعد مفارقت۔ یہ ہے میراجی کی محبت کا سب سے نمایاں پہلو اور یہ پہلو ان کی ہر نظم میں ابھرا ہے، جو محبت سے متعلق ہے۔ میراجی کی ان نظموں کی سب سے اہم بات یہ نہیں کہ شاعر پل بھر کی اس کیف زا لمحے سے مسرّت کا رس نچوڑتا ہے، بلکہ اہمیت اس بات کی ہے کہ وہ اس دوری اور مفارقت میں کھو جاتا ہے جو اس لمحے کے فوراً بعد نازل ہوتی ہے اور یہ سنجوگ سے کہیں زیادہ دیرپا اور لذت بخش ہے۔ خود میراجی کہتے ہیں:

جو راہ رسیلی چلتا ہوں اس راہ پہ چلتا جانے دے

Scanned by CamScanner

میراجی کی شاعری میں دوری اور مفارقت کئی مثال دیکھیے:

ترا دل دھڑکتا رہے گا
مرا دل دھڑکتا رہے گا
مگر دور دور!
زمیں پر سہانے سمے آ کے جاتے رہیں گے
یونہی دور دور!
ستارے چمکتے رہیں گے
یونہی دور دور!
ہر اک شے رہے گی
یونہی دور دور
مگر تیری چاہت کا نغمہ
رہے گا ہمیشہ
مرے دل کے اندر
مرے پاس پاس (نظم: 'دور و نزدیک')

میراجی کی ذاتی زندگی محبت کی برکت اور چھاؤں سے محروم ہی رہی۔ انہوں نے اپنی جبلت کی تسکین کا جو راستہ نکالا وہ اگرچہ ایذاء کوشی، جنسی محرومی اور نفسیاتی پیچیدگی کی خبر دیتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس پردے میں میراجی نے اپنے زمانے کی اخلاقی شکست و ریخت کی خبر بھی دی ہے اور ان عوامل کی نقش گری کی ہے جو انسانی بصیرت کی تجدید کرتے ہیں۔ جبکہ میراجی کی نظموں میں اذیت پسندی کا رجحان بھگتی تحریک کی عطا ہے۔ میراجی کہتے ہیں:

اس کو ہاتھ لگایا ہوگا ہاتھ لگانے والے نے
پھول ہے رادھا، بھونرا، بھونرا، بھونرے نے ہاں کالے نے

Scanned by CamScanner

جمنا تٹ پر ناؤ چلائی ناؤ چلانے والے نے

دھوکہ کھایا، دھوکہ کھایا، دھوکہ کھانے والے نے (نظم: 'ترقی پسند ادب')

کہا جا سکتا ہے کہ میراجی نے اپنے ایامِ طفلی میں جو جنگل اپنے اردگرد سرسراتا محسوس کیا تھا، جوانی کی سرحد پر پہلا قدم رکھتے اور میرا سین کے عشق میں گرفتار ہوتے ہی وہ جنگل خود ان کے وجود میں اگ آیا تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید گھنا اور تاریک ہوتا چلا گیا۔ ان کی نظموں میں 'رس کی انوکھی لہریں'، 'تنہائی'، 'برہا' اور 'جنگل میں ویران مندر' کی علامت، جنگل کی طرف مراجعت کا ایک عمل ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انفعالیت نے میراجی کی ذات کو دو حصوں میں بانٹ کر خود لذتی کے عذاب میں مبتلا کر دیا تھا اور تصور میں غیر حقیقی صنم تراشنے کے باعث وہ نیلے پربتوں، نم آلود راتوں اور رطوبت زدہ جنگلوں کے سوا کوئی اور منظر تخلیق کرنے پر قادر نہ تھے۔ ریاض احمد لکھتے ہیں:

''میراجی نے آزاد شاعری محض ہیئت کے اعتبار سے اختیار نہیں کی بلکہ اس میں موضوع کی داخلیت کو بھی بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا ہے۔''

میراجی کی نظمیں عالمی شعری افق پر کش مکش کی لکیر بن پائیں یا نہیں، ان کے عصر کے نوجوان کے انتشار کا آئینہ ہیں یا نہیں، اس بحث سے قطع نظر یہ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ میراجی کی نظمیں الگ تھیں، الگ ہیں اور الگ رہیں گی۔ اس لیے کہ میراجی کی طرح زندہ رہنا اور مرنا آج بھی دشوار ہے تو خود ان کے اپنے زمانے میں اپنے عصر کو رد کرنے اور ملیا میٹ کر دینے کی یہ کوششیں کس قدر ناقابلِ فہم ہوں گی۔

...o.o...

Scanned by CamScanner

حواشی و حوالہ جات

1۔ وزیر آغا، 'میراجی کا عرفان ذات' مشمولہ 'نئے مقالات'

2۔ راشد، ن۔م، ماہنامہ 'شعور'، دہلی، مارچ 1978ء، ص 60

3۔ وزیر آغا، 'دھرتی پوجا کی ایک مثال' مشمولہ 'نظم جدید کی کروٹیں'

4۔ میراجی، دیباچہ 'میراجی کی نظمیں'، ص 11

5۔ وزیر آغا، 'میراجی کا عرفان ذات' مشمولہ 'نئے مقالات'، ص 83

6۔ رشید امجد، ڈاکٹر، 'میراجی کی شخصیت'، مطبوعہ 'ارتکاز' کراچی، شمارہ مارچ 1995، ص 163

7۔ ایضاً، ص 164

8۔ میراجی، دیباچہ 'میراجی کی نظمیں'، ص 11

9۔ نظم 'خدا' مشمولہ 'تین رنگ' از میراجی

10۔ میراجی، دیباچہ 'میراجی کی نظمیں'

11۔ نظم 'یگانگت' مشمولہ 'تین رنگ' از میراجی

12۔ نظم 'ادب کا خلاء' از میراجی مطبوعہ 'اظہار' بمبئی مرتبہ باقر مہدی

13۔ نظم 'انجام کا آغاز' از میراجی، مطبوعہ 'نیا دور' کراچی

14۔ راشد، ن۔م، ماہنامہ 'شعور'، دہلی

Scanned by CamScanner